58

مومن وسیع الاخلاق مگر غیور ہوتا ہے

(فرمودہ ۲۸ مارچ ۱۹۲۴ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا

سورۂ فاتحہ جہاں ہمیں اور باتوں کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ وہاں وہ ایک ایسی غیرت کی طرف بھی متوجہ کرتی ہے۔ جو آگ کی طرح انسان کے دل میں جو شزن ہو۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ مسلمان روزانہ سورۂ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ مگر مطالب سے ناواقف ہیں بھلا سوچو تو سہی کہ ہم جو دن میں چالیس پچاس دفعہ روزانہ خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگتے ہیں۔ **غیر المغضوب علیھم و لا الضالین** یعنی نہ تو یہ ہو کہ ہم ان لوگوں سے تعلق رکھیں۔ اور ان سے ہماری شراکت ہو اور ان کے ساتھ ہمارا واسطہ ہو۔ جنہوں نے خدا کے مامور و مرسل و انبیاء کی تکذیب کی اور ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں اور قسم قسم کے دکھ پہنچا کر مغضوب علیھم بن گئے۔ اور نہ ہی ہم ان لوگوں کے ساتھ ہوں۔ جنہوں نے گو خدا تعالیٰ کے مرسلوں اور ماموروں کو دکھ تو نہیں دیئے اور نہ ان سے برا سلوک کیا ہے۔ مگر انہوں نے اس کے درجہ میں غلو کیا اور خدا کی محبت پر ان کی محبت کو فوقیت دی اور مقدم سمجھا اور جو تعلق خدا سے چاہئے وہ انہوں نے بندوں سے پیدا کیا۔

یہ ایسی جامع دعا ہے۔ کہ دنیا کی سب بدیاں اور سب گناہ اس میں آجاتے ہیں کیونکہ بدیاں یا تو وہ ہیں جن میں ماموروں کے احکام کو توڑا جاتا ہے اور ان کی مخالفت کی جاتی ہے اور یا وہ ہیں جن میں خدا کے حقیقی اور واقعی تعلق کو چھوڑ کر کسی بندے سے خواہ وہ مامور ہو۔ مجدد ہو نبی ہو معمولی انسان ہو یا کافر ہو سے جھوٹا تعلق جس کا وہ حقدار نہیں پیدا کیا جاتا ہے اور اسکی محبت میں حد سے زیادہ غلو کیا جاتا ہے۔

کون سی بدی ہے جو اس سے باہر رہ جاتی ہے ہر قسم کی اخلاقی بدیاں پہلی شق میں آجاتی ہیں۔

چوری ڈاکہ' فساد' مخالفت رسل سب غیر المغضوب علیھم میں داخل ہیں۔ اور تمام اقسام شرک بت پرستیاں قبر پرستیاں ہر قسم کے غلو ولاالضالین کے نیچے آجاتے ہیں۔ غرض کوئی بدی نہیں۔ جس پر یہ دعا حاوی نہ ہو۔

گویا ہم روزانہ اللہ تعالٰی کے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ ہم تمام قسم کی اخلاقی بدیوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ہم ان لوگوں سے کسی قسم کا تعلق پیدا نہیں کرنا چاہتے۔ جو مخلوق کی محبت میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ ایسا کہ گویا خدا کی محبت کو نظرانداز ہی کر دیا۔ اور انسانوں کی شان کو اتنا بڑھایا کہ خدا کی شان سے مشابہ کر دیا۔ یہ دونوں گروہ ہم سے بے تعلق ہیں۔ ہم صراط مستقیم چاہتے ہیں۔ سیدھا راستہ جو نہ ادھر ہو نہ ادھر وہ راستہ جس میں تیرے احکام کو توڑا جاتا ہے اور وہ جس میں خدا کی محبت کے بہانے سے انسانوں کو وہ مرتبہ دیا جائے۔ جو خدا نے ان کو نہیں دیا۔ ہم تو درمیانہ راستہ چاہتے ہیں۔ یعنی نبیوں کا ماننا اور ان کے احکام کو قبول کرنا اور ان کی تعلیم پر چلنا اور ان کو وہی درجہ دینا جو خدا نے ان کو دیا ہے۔

جب ایک مسلمان بار بار اور متواتر اصرار سے خدا کے سامنے کہتا ہے۔ کہ تو مجھے مغضوب علیھم اور ضالین بننے سے بچا تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ میں غیرت مند ہوں۔ میں نہ کسی قسم کی بدی کو خود اختیار کروں گا۔ اور نہ اختیار کرنے والوں سے تعلق رکھوں گا۔ یہ غیرت کی علامت ہے کہ بدی سے اس قدر متنفر ہوں کہ بدی کرنے والوں سے تعلق بھی نہیں رکھنا چاہتا۔ اور اپنے لئے بار بار پناہ مانگتا ہوں۔ پڑھنے کو تو سب لوگ یہ دعا پڑھتے ہیں کہ خدایا ہمیں مغضوب علیھم اور ضالین بننے سے بچا۔ مگر کتنے ہیں۔ جو اس مضمون پر غور کرتے اور سوچتے ہیں اور پھر اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور کتنے ہیں جن کے دلوں میں غیرت پیدا ہو کہ جو خدا سے بے تعلق ہیں ہم بھی ان سے بے تعلق رہیں اور پھر اس پر عمل بھی کرتے ہوں۔ بہت کم اور بہت ہی کم بلکہ بہت لوگ ہیں۔ جو اس پر عمل کرنے والوں کو تنگ دل کہتے ہیں اور ان کو کم حوصلہ سمجھتے ہیں۔

یاد رکھو۔ اسلام سے باہر کوئی وسعت حوصلہ نہیں وسعت حوصلہ کے کیا معنے ہیں؟ کیا وسعت حوصلہ اس کا نام ہے۔ کہ طبیب بھی وہ کڑوی دوائی پی لے۔ جو بیمار کو پلاتا ہے۔ ورنہ وہ تنگ دل ہے۔ کیونکہ خود بامزہ غذائیں کھاتا ہے۔ یا اس لئے کہ وہ بیماروں کو ان کے مزاج کے مطابق میٹھا گوشت نمک' چاول وغیرہ سے منع کرتا ہے اور خود کھاتا ہے۔ وہ تنگ دل کہلائے گا؟ جب کہ وہ خود تکلیف اٹھا کر ان کا علاج بھی کرتا ہے تنگ دلی اس بات کا نام نہیں کہ مجرم کو وہ سزا دی جائے۔

جس کا وہ مستحق ہے۔ ہاں ہم اگر ڈوبتے کو نہ بچاویں۔ تو یہ کم حوصلگی اور تنگ دلی ہو گی۔ یہ نہیں کہ ہم اس لئے تنگ دل ہیں کہ ہم ڈوبنے والے کے ساتھ کیوں نہیں ڈوبتے۔ جو شخص ہم سے ایسی امید کرتا ہے۔ وہ ہمیں جاہل اور بے وقوف بنانا چاہتا ہے ہاں وسعت حوصلہ یہ ہے کہ ڈوبنے والے کو بچایا جائے۔ چنانچہ اسلام نے جہاں **غیر المغضوب علیھم و لا الضالین** کی دعا میں غیرت سکھلائی ہے۔ وہاں اس نے وسعت حوصلہ کی بھی تعلیم دی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ **اھدنا الصراط المستقیم** اے اللہ ہم سب کو صراط مستقیم عنایت فرما۔ جن لوگوں کے تعلق سے بچنے کے لئے دعائیں کرتا ہے۔ اب ان ہی کے متعلق کہتا ہے کہ اے اللہ تو ہم سب کو نیک اور صالح بنا۔ دیکھو کس قدر وسعت حوصلہ ہے کہ جن سے اس قدر نفرت تھی۔ کہ ان سے بے تعلقی کے لئے ۵۰۔ ۵۰ دفعہ دعائیں کرتا تھا۔ مگر اب دعائیں مانگتا ہے کہ خدایا یہ ہلاک نہ ہوں۔ تباہ نہ ہوں۔ ان سے میرا تعلق نہ ہو۔ مگر ان کا مجھ سے ضرور ہو کیونکہ میں صراط مستقیم اور محفوظ راستے پر جا رہا ہوں۔ گویا جہاں یہ کھڑے ہیں۔ مجھے تو ان کے پاس نہ لے جا مگر ان کو میرے پاس لے آ۔

ڈاکٹر بیمار کو اپنی طرف کھینچتا ہے نہ یہ کہ خود بیمار ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر کی ہمدردی یہ نہیں کہ اگر مریض کو انفلوانزا یا طاعون ہے تو وہ بھی ٹیکہ کر کے طاعون یا انفلوئنزا کے جراثیم اپنے اندر داخل کرے اور بیمار کے ساتھ بیمار ہو جائے۔ جو اس کے ایسا نہ کرنے کو تنگ دلی کہے گا وہ پاگل اور مجنون ہو گا۔ وہی ڈاکٹر ہمدرد اور وسیع حوصلہ ہو گا۔ جو بیماروں کو اچھا کرنے کی کوشش کرے گا۔

وسعت حوصلہ وہی ہے جو اسلام نے سکھایا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا میں جو کسی شہر میں داخل ہوتے وقت پڑھی جاتی ہے سکھایا ہے۔ آپ نے اس میں فرمایا ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اس شہر کے نیک اور صالح بندوں سے محبت ہو۔ مگر بدوں سے نہ ہو۔ لیکن ان سب کو نیک ہوں یا بد مجھ سے محبت ہو۔ تاکہ وہ سب مجھ سے تعلق پیدا کر کے نیک بن جائیں۔ گویا میرا ان پر اثر ہو۔ ان کا مجھ پر اثر نہ ہو۔ ۱۱

اس دعا میں آنحضرت صلعم نے اس مکمل اور کامل طریق کو بیان فرما دیا ہے کہ جس پر چل کر انسان کو ہر قسم کی ہدایت حاصل ہو جاتی ہے۔ مومن کو اس بات کی غیرت ہونی چاہیئے کہ بدوں سے میرا تعلق ہو۔

غیرت شریف انسان کا جزو ہے۔ غیرت اعلیٰ درجہ کا خلق ہے۔ مگر افسوس ہے کہ بہت لوگ وسعت حوصلہ اور غیرت کو منافی سمجھتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ غیرت وسعت حوصلہ کے ساتھ

جمع نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ غیرت بدی سے نفرت کرنے اور جدا رہنے کا نام ہے اور وسعت حوصلہ بد کو اپنی طرف کھینچ کر نیک بنانے کا نام ہے۔ دونوں ایک ہی وقت میں جمع ہو سکتی ہیں۔ ان میں مخالفت اور مغائرت نہیں۔ غیرت اپنے محل اور وقت پر نیکی میں داخل ہے۔ لیکن بہت لوگ معترض ہوتے ہیں۔

مجھے اس مضمون پر خطبہ پڑھنے کی یہ وجہ ہوئی کہ چند لوگوں نے جماعت میں فتنہ ڈالنا چاہا تھا۔ میں نے ان کو سزا دی اور جماعت سے خارج کر دیا اور ان سے تعلق رکھنا منع کر دیا۔ مگر افسوس ہے کہ قادیان میں بھی بیس پچیس آدمیوں کی نسبت رپورٹ پہنچی جنہوں نے لیکچر اور تعلقات قطع کرنے کا حکم سنا اور پھر تعلقات رکھے۔ آج ہی ایک آدمی کا خط آیا ہے۔ جس کو میں اس سے پیشتر دانشمند سمجھتا تھا کہ محفوظ الحق یہاں آیا اور اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ میں مصافحہ سے انکار نہیں کر سکا اور یہ بھی لکھا کہ باقی جماعت برابر کلام کرتی ہے۔ یہ وہی بات ہے "ماں سے زیادہ چاہے پھاپھا کٹنی کہلائے۔" خدا سے زیادہ تعلق اور محبت کا دعویٰ کسی انسان کا ہرگز صحیح نہیں اور میں یہ قطعاً تسلیم کرنے کو تیار نہیں میں نے وہ سلوک اپنی آنکھوں دیکھے ہیں۔ جو لوگ ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ اور جو سگے بھائی بھائیوں سے اور باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے کرتا ہے۔ میں نے غیر احمدیوں کے آپس کے سلوک اور عیسائیوں ہندوؤں اور سکھوں کے سلوک دیکھے ہیں اور پھر احمدیوں کے آپس کے تعلقات دیکھے ہیں۔ میں دیانتداری سے کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں کے لئے جو اخلاص اور محبت میرے دل میں میرے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے اور جو ہمدردی اور رحم میں اپنے دل میں پاتا ہوں۔ وہ نہ باپ کو بیٹے سے ہے اور نہ بیٹے کو باپ سے ہو سکتا ہے۔ اور پھر میں اپنے دل کی محبت پر انبیاء کی محبت کو قیاس کرتا ہوں۔ جیسے ہم جگنو کی چمک پر سورج کو قیاس کر سکتے ہیں۔ تو میں ان کی محبت اور اخلاص کو حد سے بڑھا ہوا پاتا ہوں۔ مگر جو کہے کہ میں ان سے یہی زیادہ خیر خواہ اور ہمدرد ہوں وہ جھوٹا ہے۔ اس کی وہی مثال ہے۔ "ماں سے زیادہ چاہے پھاپھا کٹنی کہلائے۔" ان سے بڑھ کر محبت باپ بیٹے کے تعلقات میں بھی نہیں ہو سکتی۔

وسعت حوصلہ اور غیرت ایک وقت میں جمع ہو سکتے ہیں۔ مخالف اور نقیض نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا واقعہ لکھا ہے کہ آپ لاہور تشریف لے گئے آپ ایک جگہ کھڑے تھے کہ پنڈت لیکھرام آگیا۔ ہندو لوگ بڑے آدمیوں کا لحاظ کرتے ہیں۔ گو ان کے مخالف ہی ہوں۔ لیکھرام نے آپ کے سامنے ہو کر سلام کیا۔ آپ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ وہ دوبارہ جواب کے لئے

دوسری طرف سے آیا۔ اور پھر سلام کیا۔ آپ نے پھر جواب نہیں دیا۔ اور دوسری طرف منہ کرلیا۔ دوسروں نے سمجھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو معلوم نہیں وہ بہت خوش ہوئے کہ آریوں کا ایک بڑا آدمی سلام کرنے آیا ہے۔ ایک دوست نے توجہ دلا کر کہا کہ حضور پنڈت لیکھرام صاحب سلام کرتے ہیں۔ آپ نے اس کو خطاب کر کے فرمایا۔ "میرے آقا کو گالیاں دیتا ہے۔ اور مجھے سلام کرنے آیا ہے۔" ایک مقام غیرت کا ہوتا ہے۔ یہ نہیں تھا کہ حضرت مسیح موعود چاہتے تھے کہ لیکھرام تباہ ہو۔ آپ نے لکھا ہے کہ جب وہ میرے سامنے آتا تھا۔ تو میں دعا کرتا تھا کہ خدایا اس کو ہدایت دے۔

دیکھو! دونوں باتیں جمع ہیں۔ غیرت کے لحاظ سے آپ نے اس کے سلام کا بھی جواب نہ دیا۔ مگر وسعت حوصلہ کے لحاظ سے آپ اس کے لئے دعا فرماتے تھے۔ کیونکہ انبیاء کو لوگوں سے باپ سے بڑھ کر محبت ہوتی ہے۔ مگر اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے تعلقات کے منتظر ہوتے ہیں۔

قطع تعلقات اختلاف مذہب کی وجہ سے نہیں ہزاروں عیسائیوں ہندوؤں غیر احمدیوں اور سکھوں سے ہمارے تعلقات ہیں۔ پس اختلاف مذہب سے تعلقات منع نہیں ہو جاتے۔ بلکہ حد شرافت سے گزر جانے سے تعلقات ٹوٹ جاتے ہیں۔ دہریہ سے جو خدا کا بھی منکر ہے۔ ہمارے تعلقات ہوں گے۔ مگر بعض اوقات ایک احمدی کہلانے والے سے نہیں ہوں گے۔ آنحضرت صلعم ابو سفیان اور مکہ کے دوسرے لیڈروں سے باتیں کر لیتے تھے۔ لیکن تین خاص صحابیوں سے بات نہ کرتے تھے۔

۲۔ پس غیرت اور وسعت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ ان لوگوں نے یہی ہم میں سے ہو کر ہمارے کہلا کر ہم کو دھوکہ دیا۔ ان کی یہ کارروائی شرافت کے لحاظ سے جائز نہ تھی بھائی بنے تھے۔ تو صاف کہتے بھائی ہو کر احمدی کہلانا یہ منافقانہ چال ہے ہمیں ان سے اس بات کا شکوہ نہیں کہ وہ بھائی کیوں ہوئے بلکہ ہمیں جو شکوہ ہے وہ یہ ہے کہ ہماری بیعت کر کے ہم کو فریب دیا۔ اگر ان کو شکوک پیدا ہوئے تھے۔ تو وہ مجھے بتاتے۔ بتایا نہیں اور مخفی طور پر تبلیغ بھی شروع کر دی۔ اور ان کو آگے کہہ دیا کہ دیکھو نا کسی کو بتانا نہیں۔ وہ ان کاموں پر لگے رہے۔ جو محض احمدیت کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے جاری کئے گئے ہیں۔ مگر انہوں نے ان کاموں پر تنخواہیں لے کر احمدیت کے خلاف مضامین شائع کئے۔ ان کی یہ حرکات اخلاق اور شریعت سے گری ہوئی ہیں۔

اخلاق کے مختلف اقوام میں مختلف مدارج ہوتے ہیں۔ مگر دنیا کی ادنیٰ ترین اقوام جن کو بعض دفعہ لوگ اچھوت کہہ دیتے ہیں کے معیار اخلاق سے بھی گرا ہوا یہ فعل ہے۔ میں قطعاً یہ نہیں کہتا

کہ تم مسلمانوں یا عیسائیوں یا موسائیوں یا ہندوؤں سے جا کر پوچھو۔ بلکہ تم چوہڑے چمار اور سانسی لوگوں سے پوچھو کہ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ کیسا ہے۔ تو وہ بھی اس کو بہت ہی گندہ قرار دیں گے اور اخلاق سے گرا ہوا جانیں گے۔ پس ان سے قطع تعلق غیرت کی وجہ سے تھا بھلا مومن کیونکہ برداشت کر سکتا ہے کہ ہمارے اندر ہو کر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہوا یہ کہے کہ آنحضرت صلعم کی شریعت منسوخ اور آنحضرت صلعم سے بہاء اللہ افضل ہے۔ حضرت مسیح موعود ہم کو پیارے ہیں۔ ساری دنیا سے آپ کی وجہ سے ہم نے لڑائی شروع کر رکھی ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پیارے نہیں۔ میں روز ایسے لوگوں کو ملتا اور دیکھتا ہوں جو حضرت مسیح موعود کے کمالات کے قائل نہیں اور آپ کی دعاوی کے منکر ہیں۔ لیکن یہ بات قطعاً میری طبیعت پر اتنی شاق نہیں گذرتی جتنی یہ کہ آنحضرت صلعم کی تعلیم کی موجودگی میں فلاں کی تعلیم اعلیٰ ہے۔ اور فلاں آنحضرت صلعم سے علم اور اخلاق میں بالا ہے بلا شبہ حضرت مسیح موعود نہ ہوتے تو آنحضرت صلعم کی ہمیں بھی وہ شناخت نہ ہوتی۔ جس نے ہمارے دلوں میں آپ کی محبت کی آگ لگا دی ہے جس سے غیر احمدی محروم ہیں۔ لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ گو تصویر سے اصل کی خوبی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ مگر تصویر اصل پر فائق نہیں ہو سکتی۔ عکس عکس ہی ہے۔ اور اصل اصل ہی ہے۔

آنحضرت صلعم کی جو شان حضرت مسیح موعود نے بیان فرمائی۔ واللہ ہم اس کو اس لئے نہیں مانتے کہ حضرت مسیح موعود نے فرما دیا ہے۔ بلکہ ہم خود اس باغ میں داخل ہوئے اور خوب سیر کی۔ مرزا صاحب کے الفاظ جادو کا اثر رکھتے تھے۔ دراصل انبیاء کے کلام دروازہ کھولنے والے اور دائرہ قلب تک پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کے مطالب کی کنجیاں ہم کو دی گئیں۔ ہم نے ان کنجیوں کو لگا کر وہ معارف نکالے ہیں۔ اور ہمیں اس کے اندر وہ علوم نظر آتے ہیں جو آج تک سب مذاہب کی کتابوں میں نہیں پائے جاتے۔ خواہ وہ مذہب نئے ہوں یا پرانے قرآن کریم کی تعلیم کے مقابلہ پر جب بہاء اللہ کی تعلیم کو رکھا جاتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے ایک چڑیل کو ایک حور کے سامنے لا کھڑا کیا جائے۔ بلکہ یہ نسبت بھی قرآن کریم کی نہیں ہے کیونکہ آخر بدصورت اور خوبصورت انسان انسانیت میں تو شریک ہیں۔ مگر بہائی تعلیم کو اتنی بھی شراکت نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ بہائی تعلیم ہو یا کوئی اور ان کو قرآن کے مقابلے میں اتنی بھی حیثیت حاصل نہیں جتنی ایک خوبصورت اور حسین ترین عورت کے مقابل ایک چڑیل کو ہوتی ہے اور میرا یہ کہنا کوئی سنی سنائی بات نہیں۔ بلکہ میں اس علم کی بناء پر جو حضرت مسیح موعود کے ذریعے مجھے دیا گیا

ہے۔ کہتا ہوں کہ قرآن کی ایک ایک آیت کے علوم و معارف تمام موجودہ مذہبی کتابوں سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور وہ اس کے مقابلہ میں ایک پھٹے ہوئے اور سڑے ہوئے چیتھڑے کے برابر بھی نہیں جو نجاست سے بھرا ہوا اور روڑی پر پڑا ہو اور میرا یہ کہنا صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ دلائل بھی ساتھ ہیں تم قرآن کی ایک آیت کو لو اور تمام کتابوں کو مقابل پر رکھ کر دیکھو۔ کس طرح وہ چمگادڑ سے بھی حقیر صورت میں چھپ جاتی ہیں۔ ہم نے صرف قرآن کے لفظوں کو نہیں دیکھا۔ بلکہ ہم خود اس کی محبت کی آگ میں داخل ہوئے اور وہ ہمارے وجود میں داخل ہو گئی۔ ہمارے دلوں نے اس کی گرمی کو محسوس کیا اور لذت حاصل کی۔ ہماری حالت اس شخص کی نہیں جو دیکھتا ہے کہ بادشاہ باغ کے اندر گیا ہے اور وہ باہر کھڑا اس بات کا انتظار کرتا ہے کہ کب بادشاہ باہر نکلے تو میں اس کی دست بوسی کروں۔ بلکہ ہم نے خود بادشاہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور اس کے ساتھ باغ میں داخل ہوئے۔ اور روش روش پھرے اور پھول پھول کو دیکھا۔ ہم رازی کو نہیں جانتے۔ ہم ابن حیان کو نہیں مانتے۔ بلکہ مسیح موعود کی صحبت سے ہم کو وہ علوم حاصل ہوئے کہ اگر یہ لوگ بھی ہمارے زمانہ میں ہوتے تو ہماری شاگردی کو اپنے لئے فخر سمجھتے۔ خدا تعالیٰ نے ہمیں وہ علوم عطا فرمائے ہیں کہ جن کی روشنی میں ہم نے دیکھ لیا کہ قرآن ایک زندہ کتاب ہے۔ اور محمد رسول اللہ ایک زندہ رسول ہے۔ لیکن ان لوگوں نے ہم میں سے کہلا کر یہ کہا کہ دنیا میں مسیح موعود اس لئے تشریف لائے تھے۔ کہ قرآن کو منسوخ کریں اور بہائی تعلیم کو رواج دیں۔ اس سے زیادہ ہماری ہتک اور کیا ہو سکتی ہے۔

ایک شخص جو کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم مفتری تھے نعوذ باللہ اور مسیح موعود بھی نعوذ باللہ مفتری ہیں اگر وہ یہ کہے کہ قرآن منسوخ اور فلاں شخص محمد رسول اللہ سے افضل ہے۔ تو اور بات ہے۔ کیونکہ اس کی آنکھیں اس نور سے اندھی ہیں۔ اور اس پر وہ صداقتیں مخفی ہیں۔ لیکن جو شخص اسلام کو مانتا ہوا اور قرآن کو ہدایت تسلیم کرتا ہوا یہ کہے کہ مرزا صاحب قرآن کو موقوف کرنے کے لئے آئے تھے اور اسلام کو منسوخ۔ اس سے زیادہ دھوکہ دینے والا اور کون ہو گا۔ ایسا شخص ہم کو پاگل ترین انسان خیال کرتا ہے اور ہم سے وہ امید کرتا ہے جو پاگل خانوں کے پاگلوں سے بھی نہیں کی جاتی۔ وہ ہم سے یہ منوانا چاہتا ہے کہ مرزا صاحب جن کی عمر کی ایک ایک گھڑی، اور ایک ایک لمحہ قرآن کی خدمت اور محمد رسول اللہ صلعم کی عزت کے اظہار میں گذرا۔ وہ نعوذ باللہ دل میں مانتے تھے کہ قرآن منسوخ ہے اور بہائی تعلیم اس سے افضل ہے۔ وہ شخص ہم کو اندھا۔ بہرہ

مجذوم اور پاگل قرار دیتا ہے۔ اور ہم سے محال بات منوانا چاہتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا ہتک ہو گی۔ اور کون سا موقعہ غیرت کا ہو گا۔ وہ شخص جس کی پیدائش سے لے کر وفات تک ہر منٹ قرآن کی عزت کو ثابت کرنے میں خرچ ہوا۔ جس کی زندگی کا مقصد قرآن کو زندہ کرنا تھا اور جس نے قرآن کو زندہ کیا اور اس کے حسن کو دنیا پر ظاہر کیا اور اس کے بند دروازوں کو وا کر دیا۔ جس کی نسبت میں نے ایک غیر احمدی سے سنا تھا۔ گو وہ فقیر مجھے اس وقت برا لگا تھا۔ مگر اسے ایک عجیب لذت حاصل ہوتی ہے۔ وہ کہتا تھا کہ مرزا صاحب کی زندگی کو جن لوگوں نے دیکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ مرزا صاحب کو خدا کے لئے اتنی غیرت نہ تھی۔ جتنی محمد رسول اللہ کے لئے تھی۔ یہ تو غلط ہے کہ آپ کو خدا کے لئے محمد رسول اللہ سے کم غیرت تھی۔ لیکن اس نے آپ کی محمد رسول اللہ کے لئے غیرت کو دیکھ کر یہ غلط قیاس کر لیا۔ اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا گیا۔ اور اس غیرت کو نہیں دیکھ سکا۔ جو آپ کو اللہ تعالیٰ کے متعلق تھی۔ ایسے انسان کو یہ کہنا کہ وہ محمد رسول اللہ کی تعلیم کو موقوف کرنے کے لئے آیا تھا۔ اور اس کے دین کو مٹانے کے لئے مبعوث ہوا تھا۔ اور وہ بہاء اللہ کے لئے بطور ارہاص تھا۔ اس سے بڑھ کر مسیح موعود اور محمد رسول اللہ اور ہماری کوئی ہتک نہیں ہو سکتی۔ گویا کہنے والا یہ سمجھتا ہے کہ ہم ایسے کم عقل ہیں۔ اور جانوروں سے بھی گئے گذرے ہیں۔ جو اس بات کو مان لیں گے وہ انسان جس کی محبت اور عقیدت کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے شعروں میں بھی کہتا ہے۔

قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

کہ چاند اگر مٹ جائے تو مٹ جائے مجھے پرواہ نہیں اور سورج اگر جاتا رہے۔ تو مجھے کوئی غم نہیں کیونکہ قرآن کی روشنی اور نور میرے لئے کافی ہے۔ اس کو کہنا کہ وہ قرآن کی موقوفی کے لئے آیا تھا۔ اس سے بڑھ کر اور ہتک کیا ہو سکتی ہے۔

میں جتنا اس بات پر غور کرتا ہوں۔ اتنا ہی میرا جوش اور بڑھتا جاتا ہے۔ یہ ایک خطرناک ہتک ہے۔ جو مسیح موعود اور آنحضرت صلعم اور ہماری کی گئی ہے اگر دنیا میں غیرت دلانے کا کوئی موقعہ ہو سکتا ہے۔ تو یہ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور غیرت دلانے والی کیا بات ہو گی۔ مگر بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ کہیں گے کہ ہم سے ایسا سلوک کیا گیا۔ لیکن میں پوچھتا ہوں۔ کہ کیا کوئی انسان غیرت کو روک سکتا ہے۔ یہ وسعت حوصلہ نہیں۔ بلکہ پرلے درجے کی بے غیرتی ہے۔ اسلام بے غیرتی نہیں سکھاتا۔ کون سا مذہب ہے جس میں غیرت کو برا کہا گیا ہو۔ بہائیوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اس سے

لاکھوں کروڑوں درجہ کم معاملات میں غیرت دکھاتے ہیں۔ اور قتل تک کر دیتے ہیں۔ گو ہم قتل کو جائز نہیں سمجھتے۔ مگر بے غیرتی کو نہایت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بہاء اللہ کے دو بیٹے تھے۔ عباس آفندی اور محمد علی آفندی بہاء اللہ نے پہلے عباس کو اپنا جانشین اور اس کے بعد محمد علی کو قرار دیا۔ لیکن اس کا بیٹا عبدا لبہاء خلیفہ بن گیا۔ اور لوگوں کو محمد علی آفندی سے ملنے سے منع کر دیا۔ خیر اللہ امریکن مبلغ عباس کا مرید امریکہ سے عکہ میں آتا ہے۔ اور محمد علی بہا اللہ کا اپنا بیٹا اس سے ملنے کے لئے آتا ہے۔ مگر وہ انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے آقا نے تم سے ملنے سے منع کیا ہے۔ دیکھو معمولی سے اختلاف پر بہاء اللہ کے اپنے بیٹے سے ملنا بند کر دیا۔ کسی دھوکہ اور فریب کی وجہ سے نہیں۔ تو اب تم ان کے دھوکا اور فریب کی وجہ سے جو سلوک کرو۔ وہ کیونکر اس کا ناواجب سلوک کہہ سکتے ہیں۔ اور تم پر تنگ دلی کا الزام آ سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ ایک خلق پر عمل کرنے والا خوش خلق اور نیک اخلاق والا نہیں کہلا سکتا۔ اس کی وہی مثال ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بندر کو ہلدی کی گرہ مل گئی تھی۔ وہ اسی کو لے کر پنساری بن بیٹھا۔ نیک اخلاق محض مہربانی کا نام نہیں۔ اگر موقعہ غیرت کا ہے۔ اور وہ اس جگہ بھی کہے کہ مجھے مہربانی کرنی چاہیئے۔ تو وہ بے غیرت ہے۔ نرمی وہی نرمی کہلائے گی۔ جو اپنے محل اور موقعہ پر ہو۔ حضرت مسیح موعود فرماتے تھے۔ کہ اگر کوئی بزدل کہے کہ دیکھو میں کس قدر رحمدل ہوں کہ کسی انسان کو قتل نہیں کیا۔ تو وہ رحمدل نہیں کہلائے گا۔ اسی طرح ملک کی عزت خطرے میں ہو اور لوگوں کے اموال اور جانیں ہلاکت میں ہوں اور اس کو کہا جائے کہ تلوار پکڑ کر دشمنوں سے لڑو۔ تو وہ تلوار کو پھینک دے اور کہے کہ میں نے امن کے زمانہ میں کسی کو قتل نہیں کیا۔ تو اب میں کیوں قتل کروں یہ رحمدلی کے خلاف ہے۔ تو وہ شخص کیا رحمدل کہلائے گا؟ نہیں بلکہ وہ بزدل اور بے غیرت کہلائے گا۔ کیونکہ وہ جھوٹا ہے۔ یہ موقعہ رحمدلی کا نہیں۔ بلکہ بہادری اور غیرت کا مقام ہے۔ پس نیکی تمام قسم کے اخلاق کے پائے جانے کا نام ہے۔ تم اگر لوگوں سے مہربانی کرتے ہو۔ لیکن غیرت کے موقعہ پر غیرت نہیں دکھاتے ہو۔ تو وہ مہربانی محض بزدلی اور کمزوری ہے اور یہ نیکی کی وجہ سے نہ تھی۔ بلکہ نفس کی وجہ سے تھی بلکہ نیکی اور تقویٰ وہی ہے۔ جو بر محل ہو۔

میں اپنی جماعت کے احباب کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ سب اخلاق حسنہ پر کاربند ہوں اور جھوٹے چھلکوں پر خوش نہ ہو جائیں۔ اور ایک قشر کو حقیقت نہ سمجھ بیٹھیں۔ غیرت کے موقع پر غیرت دکھائیں محبت اور غضب کو صحیح طریق اور موقعہ پر استعمال کریں جھکنے کے موقعہ پر جھک جائیں

اور غضب کے موقعہ پر غضب کا اظہار کریں۔ تب جا کر وہ خوش خلق کہلا سکیں گے۔ ایک پہلو کو بالکل ترک کر دینا اور ایک پر زور دینا خوش خلقی نہیں۔ تم قشر سے دنیا اور واقعات کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ تم اس سے اپنے نفس کو خوش کر سکتے ہو۔ مگر نتائج تم کو آگاہ کر دیں گے پس تم اس پر خوش مت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور اپنی محبت کو ہمارے اندر داخل فرمائے۔ ہماری نفسیات اور ذاتی عزت مٹ کر سب کچھ خدا کے لئے ہی ہو جائے۔ ہم خدا میں ہو کر خدا کے لئے بن جائیں۔ ہم میں اس کے رسولوں کے لئے غیرت محبت اور جوش پیدا ہو۔ اور ان کی صحیح اور سچی محبت ہم میں پیدا ہو۔ جس سے خدا کی رضا حاصل ہو۔ اور بندوں کی اصلاح ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے توفیق بخشے آمین

حضور نے دوسرے خطبہ میں فرمایا۔ کہ میں دو باتیں کہنی چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ کل میں نے کہا تھا کہ کل لیکچر کا اگلا حصہ بیان کروں گا۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کل جمعہ ہے۔ اس لئے وہ لیکچر آج نہیں ہو گا۔ بلکہ کل عصر کے بعد ہو گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک نہایت مخلص دوست ترگڑی کے شاعر محمد اسماعیل صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ بہت جوش اور اخلاص رکھنے والے تھے۔ ان کی بعض نظموں نے تبلیغ میں بہت مدد دی ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ان کی کتاب چٹھی مسیح کو بہت پسند کیا تھا۔ حقہ کے بہت دشمن تھے۔ اس کے متعلق ہمیشہ بحث کیا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اگر آپ نے یہ عیب نہ مٹایا تو کیا مٹایا۔ گو ایک بات پر ہی زور دینا اصل دانائی نہیں۔ لیکن ان کی غیرت ایمانی اور بدی سے نفرت کی وجہ سے ان کا یہ اصرار بھی بہت اچھا لگتا تھا۔ میں نماز کے بعد ان کا جنازہ پڑھوں گا۔ باقی دوست بھی شامل ہوں۔

(الفضل ۴ اپریل ۱۹۲۴ء)

۱؎ ابن حیان و طبرانی

۲؎ حضرت کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھی جو باوجود اخلاص کے غزوہ تبوک میں شامل نہ ہو سکے تھے (بخاری کتاب المغازی حدیث کعب بن مالک)